آپ اپنی

شخصیت کی تعمیر

کیسے کریں؟

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ، پشاور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمامَّا بَعۡد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسم اور روح کا مجموعہ بنایا ہے۔ جسم تو مادی ہے، اس کا دارومدار کھانے پینے پر ہے جو غلہ، سبزی، پھل اور گوشت کی صورت میں ہیں، جبکہ روح غیر مادی ہے۔ جب روح بدن میں داخل ہوتی ہے تو اس کے اندر سوچ، خیال اور جذبات کے ادارے کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بدن کی بقا تو مادی اشیاء سے ہی ہے اس لیے انسان مادی اشیاء کا ضرورت مند ہے، ان کے بغیر اس کا کام نہیں چلتا۔ ان کو حاصل کرنے کے لیے تگ ودو کرنی پڑتی ہے۔

اس تگ ودو میں سوچ، فکر اور جذبات کام کرتے ہیں۔ سوچ، فکر اور جذبات مثبت اور منفی دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ مثبت جذبات مادی چیزوں کو محنت اور خدمت کے راستے سے حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ منفی جذبات جھوٹ، فریب اور ظلم سے ان کو حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے انسان کا مسئلہ صرف مادی اشیاء کو حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ مادی اشیاء کو مثبت راستے سے حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ اگر مادی اشیاء کو منفی طریقے سے حاصل کرنا شروع ہو جائے تو فسادِ عظیم برپا ہو جاتا ہے۔ آج کی دنیا میں ساری تگ ودو اور کوشش انسان کو صرف مادی اشیاء ہی مہیا کرنے کے لئے ہے، چنانچہ آج کی ساری سائنس وٹیکنالوجی اور آج کی مغربی منطق اور فلسفہ انسان کی بدنی ضرورتوں اور سہولتوں کے گرد گھوم رہا ہے۔ اس فکر نے ایک طرف سرمایہ داری نظام (Capitalism) کو جنم دیا جس کے تحت ضرورت، سہولت اور تعیش کے سارے وسائل صرف دس فیصد انسانوں کے ہاتھوں میں آ گئے جبکہ نوے فیصد انسان اُن کے تعیش کے نقشوں کو پورا کرنے کے لئے مشینری کے طور پر کام کرتے ہیں۔ چنانچہ آج مغرب کے ان لوگوں کا کولہو کے بیل یا جدید اصطلاحات (Terminology) میں روبوٹ سے زیادہ حیثیت نہیں ہے۔ یہ

روبوٹ اپنے ہاتھ پیر اور پٹھوں کو مسلسل حرکت میں رکھتے ہوئے اپنے خون کے پٹرول اور پسینے کے ریڈی ایٹر (Radiator، جو گاڑی کے انجن کو ٹھنڈا کرتا ہے) کے ذریعے ہر وقت مصروف رہتا ہے، جس کے پاس سوچ فکر کا کوئی وقت ہی نہیں ہے۔ یہاں خاوند کام سے واپس ہوتا ہے تو بیوی کام پر جا چکی ہوتی ہے اور بیوی کام سے آتی ہے تو خاوند موجود نہیں ہوتا۔ غرض کہ انسان کو مشین بنا دیا گیا۔ اس کے ردِعمل میں جب اشتراکی و اجتماعی نظام (Socialism, Communism) وجود میں آیا تو اس نے بھی اسی بنیاد کو لیا کہ انسان کے سارے مسائل مادی وسائل کے پیدا کردہ ہیں، اس لیے وسائل پر حکومت کا قبضہ ہو اور حکومت مساوی تقسیم کرے۔ چنانچہ اس طرح وسائل بجائے دس فیصد کے ایک فیصد سے بھی کم لوگوں کے ہاتھ آ گئے جو کہ اس نظام کو چلانے والی حکومتی پارٹی کی شکل میں ہوتے تھے اور اس چیز نے تو انسانوں کے دُکھوں اور غموں کو سرمایہ داری نظام سے بھی کئی گنا زیادہ کر دیا۔ اس کی وجہ بنیادی سوچ کی غلطی تھی کیونکہ وسائل تو بے جان چیز ہیں وسائل تو مسائل کا حل نہیں ہیں اور مسائل وسائل کے پیدا کردہ نہیں ہیں۔ مسائل نہ وسائل کے کم ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اور نہ وسائل کے زیادہ ہونے سے حل ہوتے ہیں بلکہ ان وسائل کو استعمال میں لانے والے انسان کی سوچ، فکر اور جذبات ان وسائل کو استعمال کرتے ہیں۔ سوچ، فکر اور جذبات منفی ہوں تو وسائل کو حاصل کرنا اور استعمال کرنا دونوں منفی ہو جاتے ہیں۔ یہ منفی سوچ اور ترتیب مسائل پیدا کرتی ہے لہٰذا اہم کام اس سوچ، فکر اور جذبات کو درست کرنا تھا۔ انسان جب وسائل کے ہاتھوں مسائل میں گھرتے رہے تو اُنھوں نے مختلف ادوار میں اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس سلسلے میں مختلف دانشور اس پہلو کو اخلاقی ضابطہ (Ethics) کی شکل میں بیان کرتے رہے لیکن محض فلسفہ اور دانشوری کا بیان کافی نہیں تھا، بلکہ اس کے لئے تو ایسے افراد کی ضرورت تھی جو اخلاقی اقدار (Ethical Values) کو اپنے اندر پیدا کیے ہوئے ہوں اور عظیم خطرات، نقصانات اور مخالفتوں کو برداشت کرتے ہوئے

اخلاقی ضابطوں پر عمل کر رہے ہوں، ان کو برت رہے ہوں، معاشرے میں استعمال کر رہے ہوں، لوگوں کو اس پر آمادہ اور تیار کر رہے ہوں، اس سے ایک نظام وجود میں لا رہے ہوں، ایک عرصہ جدوجہد کر کے لوگوں کے سامنے نتائج لا رہے ہوں کہ منفی ترتیب میں کامیابی نہیں ہے کامیابی تو مثبت ترتیب میں ہے۔ چنانچہ سارے پیغمبروں نے اس طریقے سے کام کیا۔ جھوٹ چھایا ہوتا تھا، ظلم کی کارستانی ہوتی تھی، فریب لوگوں کا مشغلہ ہوتا تھا، طاقتور قتل و غارت اور اسلحے کے زور سے اپنی بات منوا رہا ہوتا تھا، چاپلوس خوشامد کے قصیدے پڑھ پڑھ کے وقت گزار رہے ہوتے تھے اور ان طاقتوروں اور فرمانرواؤں کی خواہشات کو پورا کرنے کا سامان مہیا کر کے اپنا الو سیدھا کر رہے ہوتے تھے اور اپنے لئے مفادات کا راستہ کھول رہے ہوتے تھے۔ ایسے حال میں جب اس ترتیب سے بالکل ایک سو اسی (۱۸۰) درجے کے زاویے کی اُلٹ ترتیب سامنے آتی تھی جہاں جھوٹ کے مقابلے میں سچ، ظلم کی بجائے انصاف اور خدمت خلق، دھوکہ فریب کے مقابلے میں دیانت و امانت، نفرت کے مقابلے میں محبت، کبر کی بجائے عاجزی کو کامیابی کی کلید اور چابی کے طور پر متعارف کرایا جاتا تھا تو اس آواز کو سن کر اس دور کے دانشور یوں کہتے تھے کہ بات درست تو ہے پر چل نہیں سکتی۔ پِسا ہوا طبقہ (Rejected Class) اس بات کی چاہت اور ارمان کر رہا ہوتا تھا کہ کاش یہ چیز وجود میں آ جائے لیکن اتنے طاقتوروں کے مقابلے میں یہ چیز کیسے وجود میں آئے گی۔ منفی ذہن اس ترتیب کا سنتے ہی، اُس کو دیکھتے ہی ایسا بپھرتا تھا کہ اگر یہ چیز وجود میں آ گئی تو ہماری تو بنیادیں ہی اُکھڑ جائیں گی۔ چنانچہ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کو کچلنے کے لیے تیار ہوتا تھا۔ یہ وہ حالات ہوتے تھے جن میں انبیاء علیہم السلام چلتے تھے۔ یہ ان کا خلوص ہوتا تھا اور جان توڑ اور جان کاہ محنت ہوتی تھی جو رحمتِ الٰہی اور تائیدِ خداوندی کو کھینچ لیتی تھی۔ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں منفی ترتیب رُو بہ زوال اور حق و صداقت رُو بہ ترقی ہو جاتے تھے یہاں تک کہ وہ اور ان کے ساتھی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اور

اپنے خون سے زمین سیراب کر کے اس بات کو چالو کر کے چھوڑتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی ترتیب میں انسان کے باطن پر محنت کی جاتی تھی اور جاہلیت کے نظام کے ٹھاکروں، خداؤں، بتوں اور اوتاروں سے ہٹا کر ایک خدائے واحد کے ساتھ جوڑ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمالیہ اور جلالیہ سے ایسا وابستہ ہو جاتا تھا کہ اللہ کے رعب، خوف اور محبت کے سامنے کسی کا رعب، کسی کا خوف، کسی کی محبت، یا کسی کا شوق اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی توحید کی محنت کے نتیجہ میں انسان کا یہ حال ہو جاتا تھا کہ ایک کارساز، ایک کارپرداز اللہ ذوالجلال کے مقابلے میں اللہ کا غیر ان کی نگاہ میں تنکے جیسی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔ یہ توحید ایسے توکل کو جنم دیتی ہے کہ انسان کو اللہ کے وعدوں پر صدقِ یقین نصیب ہوتا ہے۔ یہ توحید و توکل اس کو ایسا جوش وخروش عطا فرماتا ہے کہ وہ باطل کے ساتھ ٹکرا کر اس کو پاش پاش کرنے کو ایک معمولی اور انتہائی آسان کام سمجھتا ہے۔ توحید کے پکا ہونے کے بعد انبیاء علیہم السلام اپنے ساتھیوں کے اندر سے کبر، حسد، لالچ، کینہ اور ریا کو نکالتے ہیں اور اس کی جگہ عاجزی، محبت، خیرخواہی، اخلاص کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ چیز ایک طویل مشق چاہتی ہے۔ ایک فوجی کی مثال لیں جسے میدان جنگ میں لڑنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے، یہ اُس کا آخری نشانہ اور ٹارگٹ ہوتا ہے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے اُسے پریڈ کرا کرا کر، پی۔ٹی کرا کرا کے، سخت سردیوں میں ٹھنڈے پانی میں غوطے دے دے کر، سخت گرمیوں میں گرم علاقوں میں دوڑا دوڑا کر اور گھنٹوں کھڑے کر کر کے اس تربیت سے گزارا جاتا ہے۔ اس کی مرضی کے خلاف اور چاہت کے خلاف اُس کو احکامات دئے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کی انانیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے اس کو جسمانی اور ذہنی لحاظ سے ایک فِٹ اور مکمل شخصیت بنا دیا جاتا ہے۔ یہ ساری تربیت اُسے حوصلہ (Morale)، جنگ کا فن (Tactics) اور جنگ کی ترتیب (Strategy) سکھاتی ہے۔ برداشت اور صبر اس کی شخصیت کو ناقابل تسخیر بنا دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح روحانی

لحاظ سے بھی شخصیت کی تربیت کے لئے ایک ترتیب ہیں۔ یہ ترتیب عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کی شکل میں ہے۔ دین کے پانچ ارکان تو عقائد و عبادات سے متعلق ہیں چنانچہ کلمہ عقائد کی تربیت کرتا ہے، جس میں اللہ کی الوہیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہے۔ الوہیت انتہائی عظمت کو کہتے ہیں اور الٰہ وہ ہوتا ہے جس کی انتہائی عظمت کے سامنے انتہائی ذلت اختیار کی جاتی ہے۔ سارے مفادات اور ضرورتیں اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوتی ہیں اس لیے انسان کو سب سے زیادہ اس کی محتاجی ہوتی ہے۔ یہ چیز اُس کو انتہائی زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات ذوالجلال کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔ رسالت کے اقرار میں سارے معیار و نمونوں کو نظروں سے ہٹا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار کو نظروں کے سامنے رکھنا ہوتا ہے اور اب زندگی کے ہر شعبے میں دینی لحاظ سے اس کے لئے کوئی معیار نہیں رہتا، اگر معیار ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت۔ لہٰذا جس کسی میں ان کا اتباع ہو، ان کی شخصیت کی جھلک ہو، وہ اسے معیار نظر آتا ہے، اُن کے طریقے ہی محبوب لگتے ہیں۔ ان کے طریقوں کو چھوڑنا دل میں کفر کی رغبت اور ذہن میں بے وقوفی کی علامت ہے۔ صوفیاء ذکر اذکار کثرت سے کرا کے اور دل پر ضربیں لگوا لگوا کر ان خیالوں اور دھیانوں کو قلب کے اندر راسخ اور پکا کرتے ہیں۔ مشائخ جب توحید میں ڈوب کر اور رسالت کے ساتھ گہری وابستگی اختیار کرتے ہوئے ان مضامین کو بیان کرتے ہیں تو اُن کے قلب سے اس کا پرتو اور عکس سننے والوں اور مریدوں کے دلوں میں آتا ہے، یہاں تک کہ اس سے انسان کا دل اور باطن ان عقیدوں کے ساتھ پکے طور پر وابستہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا رکن نماز کو لیجئے۔ نماز میں تو سب چیزوں سے ہٹ ہٹا کے چُھٹ چُھٹا کے تھوڑی دیر کے لیے مکمل اللہ کی ذات کے ساتھ وابستہ ہونا ہے اور نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اور اللہ کا دھیان، اللہ کی عظمت، اپنی شخصیت کی کج فہمی کا محاسبہ، معاشرے کی کج ادائی پر تنقید، جو نماز کے

سبق کی شکل میں ہے، اگر دھیان سے پڑھی جائے تو شخصیت کے اندر ایک پکی سوچ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہیں، جن میں مختلف قسم کے حالات، واقعات اور دلچسپ مضامین ہیں، ان پر بھی اگر غور نصیب ہو جائے تو تعلق مع اللہ کی بہت سی شقیں اور ترتیبیں انسان سمجھ جاتا ہے۔ جب آدمی اپنے عقیدے اور نظریے کے لئے روزے کی بھوک پیاس برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور تنہائی میں بھی اس بات کا پابند رہتا ہے اور اس کو نبھاتا رہتا ہے تو یہ طرزِ وفا اس کی عقیدے کے ساتھ وابستگی کو بہت پکا کر دیتا ہے۔ زکوٰۃ مالی عبادت ہے، محنت مشقت کر کے اور تکالیف برداشت کر کے آدمی مال کماتا ہے اور اس کو صرف رضائے الٰہی کے لئے غریبوں محتاجوں کو دیتا ہے تو اس سے باطن سے مال کی محبت ٹوٹتی ہے۔ روزہ تو صرف جان کی تکلیف برداشت کر کے ثبوت وفا ہے جبکہ زکوٰۃ مال کی محبت کے جذبات کو قربان کر کے مزید وفا کا ثبوت دینا ہے۔ حج میں مال جان دونوں کی قربانیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ بچوں اور وطن کے چھوڑنے سے دو مزید جذبے اور چاہتیں قربان ہوئیں، اس طرح وفا کے مزید ثبوت فراہم ہوئے۔

ارکان کے بعد دوسری چیز معاملات ہیں جیسے خرید و فروخت، نکاح طلاق، ملازمت، زراعت، صنعت و حرفت وغیرہ کے شعبے۔ منفی ترتیب معاملات میں ہیرا پھیری اور ظلم و زیادتی اختیار کرتی ہے جبکہ نبوی ترتیب معاملات کو خدمت خلق اور حلال روزی کے کمانے کا ذریعہ بناتی ہے۔ اس ترتیب میں صرف دوسروں سے لینا ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر لینے کے بدلے میں اس کو اس کی اہم ضروریات اور مفادات دینے ہوتے ہیں۔ یہاں لینا ہی لینا نہیں ہے بلکہ لینے کے ساتھ دینا بھی ہے، لہٰذا یہ معاملات کا شعبہ بھی نیت اور ترتیب کی وجہ سے ارکان کی طرح براہ راست (Direct) عبادت نہ ہونے کے باوجود بالواسطہ (Indirect) عبادت ہو جاتا ہے۔

چوتھا شعبہ اخلاقیات کا ہے۔ اخلاق دو قسم پر ہیں، اخلاقِ فاضلہ اور اخلاقِ رذیلہ۔ اخلاقِ

فاضلہ یا اچھے اخلاق توکل، تواضع، اخلاص، نرمی، خیرخواہی ہیں جبکہ اخلاقِ رذیلہ کبر، حسد، لالچ، کینہ اور ریاء ہیں۔ اخلاقِ فاضلہ شخصیت کا مثبت پہلو ہے جبکہ اخلاقِ رذیلہ شخصیت کا منفی پہلو ہے۔ آج کل چونکہ اخلاقِ رذیلہ کا پھیلاؤ اور دور دورہ زیادہ ہے اس لیے راستہ چلنے سے لے کر پارلیمنٹ کے فیصلوں تک سب جگہوں پر فساد اور انانیت کی کارفرمائی ہے، جس سے انسان اپنی زندگی سے دوسرے انسانوں کی زندگی کو جہنم بنائے ہوئے ہے، جبکہ خلافتِ راشدہ نے، جس میں کارفرمائی اخلاقِ فاضلہ کی تھی، کم وسائل کے ساتھ معاشرہ کو جنت کا نمونہ بنایا ہوا تھا۔ یہ بات آج کے دور کے انسان کو بھی حاصل ہو جائے، یہ صرف پڑھ سن لینے سے نہیں ہو سکے گا۔

ایسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے خانقاہی نظام ہے جس میں سب سے پہلی بات سلسلے میں بیعت ہونا ہے۔ بیعت دراصل ایک ادارے میں داخلہ ہوتا ہے، پھر ہر ادارے کا ایک نصاب (Course Work) ہوتا ہے، اُس میں تقریر، تحریر، عملی تربیت، امتحانات سب چیزیں شامل ہوتی ہیں، ایسے ہی صوفیاء کے ہاں اصلاحِ نفس کے لئے مجاہدات اور ذکر اذکار کے تربیتی نظام سے گزرنا ہوتا ہے۔ جب آدمی اس نظام میں شامل ہوتا ہے، اس کو سیکھنے کی کوشش کرتا ہے تو آہستہ آہستہ اِس بات کا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ میری شخصیت میں کیا کیا کمی ہے چنانچہ وہ ان کمیوں کو دور کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ مثبت چیزوں میں لگتا ہے۔ آدمی نظام کے ساتھ وابستہ ہو جائے تو آہستہ آہستہ اس کی شخصیت کے منفی پہلو دب کر مثبت پہلو اُجاگر ہو جاتے ہیں اور آدمی کامل شخصیت بن جاتا ہے۔ یہ کامل شخصیت اگر خاوند ہے تو بیوی کے لیے رحمت، بیوی ہو تو خاوند کے لیے رحمت، شاگرد ہے تو اُستاد کے لئے رحمت، اُستاد ہے تو شاگرد کے لیے رحمت، حاکم ہے تو محکوم کے لئے رحمت، محکوم ہے تو حاکم کے لیے رحمت، غرض یہ کہ دنیاوی زندگی جنت بن جاتی ہے۔ اب بتایئے اس چیز کو کیوں نہ حاصل کیا جائے! اسی بات کو ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ روشناس کرا رہا ہے اور ادارہ کے زیرِ نگرانی ایک پورا تربیتی نظام چل رہا ہے جس کی ترتیب

مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ نمازِ فجر کے بعد تعلیم آدھا گھنٹہ

۲۔ نمازِ عصر کے بعد تعلیم آدھا گھنٹہ

۳۔ عشاء کے بعد درسِ قرآن

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، نور مسجد، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۶۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، فردوس مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ مجلسِ ذکر عصر تا مغرب بروزِ جمعہ، ادارہ اشرفیہ عزیزیہ۔

۸۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ جمعرات عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۹۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۱۰۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر اتوار کو بوقت چاشت ختم ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

داعی الی الخیر

ڈاکٹر فدا محمد

(خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار، پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں۔ جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریا صاحبؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، انفاس عیسیٰ (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبد الحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فرید الدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ)، تربیت السالک، التکشف، ملفوظاتِ حکیم الامت، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ) بوادر النوادر (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

جھری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقۂ ذکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔

پہلے درجہ میں صرف سو بار لا الٰہ الا اللّٰہ، سو بار الا اللّٰہ اور سو بار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الٰہ الا اللّٰہ دو سو بار، الا اللّٰہ چار سو بار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سو بار، اللّٰہ سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔